

# Allama Iqbal Open University AIOU BS Urdu

## Solved assignment no 1 Autumn 2025

### Code 9002 Urdu Language: Formation and Evolution

سوال نمبر 7: مختلف ماہرین لسانیات کی تعریفوں کو سامنے رکھتے ہوئے

زبان کی ایک جامع تعریف اخذ کریں۔ زبانوں کے خاندان میں اردو کا مقام متعین

کریں۔

---

زبان کی تعریف اور اس کی اہمیت

زبان انسان کی سب سے بڑی پہچان اور فطری نعمت ہے۔ یہ انسان کے فکری،

سماجی، اور تہذیبی وجود کا سب سے مضبوط وسیلہ ہے۔ انسان اگر زبان کے

بغیر ہو تو اس کی سوچ، احساسات، تجربات اور تخلیقی صلاحیتیں محدود ہو

جاتی ہیں۔ زبان ہی وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے علم ایک نسل سے دوسری

نسل تک منتقل ہوتا ہے، اور معاشرتی رشتہوں میں ہم آبنگی اور ترقی ممکن بنتی ہے۔

لسانیات (Linguistics) کے مختلف ماہرین نے زبان کو مختلف زاویوں سے بیان کیا ہے۔ کسی نے اسے ایک سماجی عمل کہا، کسی نے فطری استعداد، تو کسی نے علامتی نظام۔ ان تمام آراء کو سامنے رکھ کر زبان کی ایک جامع اور سائنسی تعریف اخذ کی جا سکتی ہے۔

---

مشہور ماہرینِ لسانیات کی زبان کی تعریفیں

1. فرڈی نان ڈی سوسور (Ferdinand de Saussure)

سوسور نے کہا:

"زبان ایک علامتی نظام (System of Signs) ہے، جس میں ہر علامت دو پہلوؤں پر مشتمل ہوتی ہے: ایک صوتی علامت (Signifier) اور دوسرا معنی (Signified)"۔

اس تعریف کے مطابق زبان انسان کے ذہن میں موجود مفہیم کو صوتی شکل میں ظاہر کرنے کا ایک مربوط نظام ہے۔

2. لیونارڈ بلوم فیلڈ (Leonard Bloomfield)

بلوم فیلڈ کے نزدیک:

"زبان انسانی عادات کا ایک نظام ہے جس کے ذریعے افراد باہم اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔"

بلوم فیلڈ نے زبان کو ایک سماجی عادت قرار دیا ہے، جو مسلسل استعمال اور تربیت سے وجود میں آتی ہے۔

(Noam Chomsky) 3. نوام چومسکی

چومسکی کا کہنا ہے:

"زبان ایک ایسی ذہنی صلاحیت ہے جو انسان کے اندر پیدائشی طور پر موجود ہوتی ہے، اور اس کے ذریعے وہ لامحدود جملے تخلیق کر سکتا ہے۔"

یہ تعریف زبان کو انسانی ذہن کی تخلیقی صلاحیت کے طور پر بیان کرتی ہے۔

4. ایڈورڈ ساپیر (Edward Sapir)

ساپیر کے مطابق:

"زبان انسانی معاشرے کا ایک غیر فطری مگر لازمی آلہ ہے، جس کے ذریعے خیالات، احساسات اور خواہشات کو منظم علامتی نظام کے تحت ظاہر کیا جاتا

"ہے۔"

یہ تعریف زبان کے عالمتی اور سماجی پہلو کو واضح کرتی ہے۔

5. ابن خلدون

ابن خلدون نے کہا:

"زبان انسان کی فطری ضرورت ہے، جس کے بغیر انسان اپنی بات دوسروں

تک نہیں پہنچا سکتا۔"

یہ تعریف زبان کو انسانی جبلت اور معاشرتی ضرورت کے طور پر پیش کرتی

ہے۔

6. بلوم فیلڈ اور سوسور کے بعد ساختیات (Structuralism)

ساختیات کے ماہرین نے زبان کو ایک ایسا ڈھانچہ (Structure) قرار دیا جس

میں ہر لفظ، جملہ اور صوت اپنے مقام اور رشتے کے لحاظ سے معنی رکھتا

ہے۔ ان کے نزدیک زبان ایک جیتی جاگئی ساخت ہے جو ہر لمحہ ارتقاء پذیر

ہے۔

---

## زبان کی جامع تعریف

ان تمام آراء کا نچوڑ یہ ہے کہ:

"زبان انسانی اظہار و ابلاغ کا ایک منظم نظام ہے جو مخصوص صوتی اور علامتی اصولوں پر قائم ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے انسان اپنے خیالات، احساسات، تجربات اور نظریات کو معاشرتی اور فکری سطح پر دوسروں تک منتقل کرتا ہے۔"

یہ تعریف تین بنیادی پہلوؤں کو محیط ہے:

1. سماجی پہلو – زبان معاشرتی تعامل کا نتیجہ ہے۔

2. نفسیاتی پہلو – زبان انسان کے ذہنی نظام سے جڑی ہے۔

3. علامتی پہلو – زبان الفاظ اور نشانات کے ذریعے معنی پیدا کرتی ہے۔

---

1. ابلاغ کا ذریعہ: زبان کا بنیادی مقصد دوسروں سے رابطہ اور تفہیم ہے۔
2. نظام علامات: ہر لفظ یا صوت ایک مخصوص معنی رکھتا ہے۔
3. سماجی حیثیت: زبان انسانوں کے درمیان تعلقات کو مضبوط بناتی ہے۔
4. تخلیقی صلاحیت: انسان نئی تراکیب اور الفاظ ایجاد کر سکتا ہے۔
5. تہذیبی شناخت: ہر قوم کی ثقافت، روایات اور مذہب زبان کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں۔
6. تبدیلی پذیری: زبان وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔

## زبانوں کے خاندان (Language Families)

دنیا کی تمام زبانوں کو لسانی بنیادوں پر مختلف خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

یہ تقسیم ان زبانوں کی تاریخی اصل، ساخت، اور ارتقاء کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

### اہم زبانوں کے خاندان

#### 1. ہند یورپی خاندان (Indo-European Family)

- سب سے بڑا لسانی خاندان۔
- اس میں اردو، فارسی، انگریزی، فرانسیسی، بنگالی، ہندی، پشتو وغیرہ شامل ہیں۔

#### 2. سامی خاندان (Semitic Family)

○ اس میں عربی، عبرانی، آرامی وغیرہ شامل ہیں۔

### 3. ترکی خاندان (*Turkic Family*)

○ اس میں ترکی، ازبک، قزاق اور کرغیز زبانیں شامل ہیں۔

### 4. چینی تبتی خاندان (*Sino-Tibetan Family*)

○ اس میں چینی، برمی، تبتی زبانیں شامل ہیں۔

### 5. افریقی خاندان (*Afro-Asiatic Family*)

○ اس میں حبشی، امہاری، اور شمالی افریقہ کی زبانیں شامل ہیں۔

---

اردو زبان ہند یورپی خاندان کی ہند آریائی شاخ (Indo-Aryan Branch) سے

تعلق رکھتی ہے۔ اس کی جڑیں براہ راست قدیم پراکرت اور اپ بھرنش زبانوں

میں ملتی ہیں، جو وسطی ہند آریائی دور کی زبانیں تھیں۔

لسانی نسب بندی (Genealogical Classification)

ہند یورپی خاندان → ہند ایرانی شاخ → ہند آریائی گروہ → پراکرت → اپ

بھرنش → ہندی/اردو۔

---

اردو زبان کا ارتقاء

اردو کا ارتقاء بارہویں صدی کے بعد دہلی سلطنت کے دور میں شروع ہوا جب

ترک، افغان، ایرانی، اور مقامی ہندی بولنے والے افراد کے میل جوں نے ایک

نئی زبان کی بنیاد رکھی۔

یہ زبان فوجی چھاؤنیوں (اردو بازاروں) میں پروان چڑھی، اس لیے اسے

"اردو" کہا گیا، جس کے معنی ہیں "لشکر" یا "فوجی کیمپ"۔

اردو کی ارتقائی منزلیں:

1. ریختہ کا دور: ابتدائی شکل جس میں ہندی ساخت کے ساتھ فارسی الفاظ شامل

تھے۔

2. اردوئے معنی: دہلی اور لکھنؤ کے درباروں میں استعمال ہونے والی مہذب

زبان۔

3. دکنی اردو: دکن کے شعرا نے اس زبان کو فنی بلندی دی۔

4. جدید اردو: برصغیر کے مسلمانوں کی علمی و تہذیبی زبان کے طور پر

ابھری۔

---

اردو کی تشکیل میں شامل زبانیں

اردو ایک مخلوط زبان (Hybrid Language) ہے، جس میں مختلف زبانوں کے الفاظ اور اسالیب شامل ہیں:

1. عربی: مذہبی و علمی اصطلاحات (مثلاً ایمان، عبادت، علم)

2. فارسی: ادبی اور درباری الفاظ (مثلاً محبت، خواب، گلزار)

3. ترکی: فوجی اور درباری اصطلاحات (مثلاً توپ، قلعہ، سپاہی)

4. ہندی/سنسرت: روزمرہ کے الفاظ (مثلاً پانی، دل، روشنی)

یہی لسانی امتزاج اردو کو ایک جامع اور کثیر الثقافتی زبان بناتا ہے۔

1. سہل الفہم اور دلکش: اردو کے الفاظ نرم اور مترنم ہیں۔

2. ادبی وسعت: اردو شاعری، نثر، ناول، اور ڈرامہ میں بھرپور اظہار کا

ذریعہ ہے۔

3. ابلاغی قوت: اردو عوام اور خواص دونوں کی زبان ہے۔

4. ثقافتی عکاس: اردو میں برصغیر کی ثقافت، روایت، اور مذہبی اقدار کی

جهلک ملتی ہے۔

5. بین المذاہب زبان: اردو نے ہندو، مسلم، سکھ سب کو ایک لسانی رشتے

میں باندھا۔

6. دینی اور علمی زبان: اسلامی تعلیمات کی تبلیغ اور تشریح میں اردو کا

کردار نمایاں ہے۔

---

اردو زبان کا عالمی مقام

اردو آج نہ صرف پاکستان کی قومی زبان ہے بلکہ ہندوستان، خلیجی ممالک، برطانیہ، امریکہ اور کینیڈا میں بھی لاکھوں لوگ اسے بولتے اور سمجھتے ہیں۔ اقوام متحده کے پلیٹ فارم پر بھی اردو کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم کروانے کی کوششیں جاری ہیں۔

---

اردو کی علمی و تہذیبی خدمات

7. قرآن و حدیث کے تراجم: اردو نے دینی علوم کو عام فہم بنایا۔

2. تحریک آزادی میں کردار: اردو نے برصغیر کے مسلمانوں میں وحدت پیدا کی۔

3. ادب میں جدت: غالب، اقبال، میر، فیض اور جالب نے اردو کے ذریعے عالمی فکر کو نیا رخ دیا۔

4. ابلاغی ذرائع میں وسعت: اخبارات، ریڈیو، اور ٹیلی ویژن نے اردو کو ایک زندہ اور ترقی یافته زبان بنایا۔

---

#### نتیجہ

زبان انسانی معاشرت کی بنیاد ہے، اور مختلف ماپرین لسانیات کے نظریات کے امتزاج سے واضح ہوتا ہے کہ زبان ایک فطری، سماجی اور علامتی نظام ہے۔ اردو زبان اسی نظام کی خوبصورت اور مکمل مثال ہے جو مختلف ثقافتوں،

اقوام، اور بولیوں کے امتزاج سے بنی۔  
لسانی اعتبار سے اردو کا تعلق ہند یورپی خاندان سے ہے، مگر تہذیبی لحاظ سے یہ ایک امتزاجی اور عالمی زبان ہے، جس نے برصغیر کی فکری، علمی اور ثقافتی زندگی کو وہ وحدت بخشی جو آج بھی اسے ایک زندہ اور ترقی پذیر زبان بنائے ہوئے ہے۔

سوال نمبر 2: فارسی زبان نے اردو پر کس حد تک اثرات مرتب کیے؟ جائزہ لیں۔

---

اردو زبان کی تشكیل اور ارتقاء کا عمل ایک طویل تاریخی اور تہذیبی سفر پر  
محیط ہے۔ اس سفر میں متعدد زبانوں نے اردو پر اثرات مرتب کیے، مگر ان  
میں فارسی زبان کا اثر سب سے زیادہ گھرا، دیرپا، اور ہمہ جہت ہے۔ فارسی نے  
اردو کے لفظیات، صرف و نحو، طرزِ بیان، ادب، محاورات، تشبیہات، استعارات،  
خطاطی، شاعری، نثر اور تہذیبی مزاج تک پر اپنا نقش چھوڑا۔  
اگر اردو زبان کو ایک حسین باغ کہا جائے تو فارسی اس باغ کی وہ خوبیوں  
جو ہر پہول میں رچی بسی ہے۔

اردو کی تشكیل کے ابتدائی ادوار میں جب ترک و افغان سلطنتوں نے بر صغیر  
پر حکومت قائم کی تو دربار، عدالت، مدرسہ، اور علم و ادب کی زبان فارسی  
تھی۔ نتیجتاً بر صغیر کی مقامی بولیوں پر فارسی کے اثرات فطری طور پر پڑنے  
لگے۔ رفتہ رفتہ فارسی اور ہندی کے امتزاج سے وہ نئی زبان وجود میں آئی  
جسے آج ہم اردو کے نام سے جانتے ہیں۔

فارسی زبان کا تعلق ہند یورپی لسانی خاندان کی ہند ایرانی شاخ سے ہے۔ قدیم ایران میں اسے فارسی قدیم (Old Persian) کہا جاتا تھا، بعد ازاں فارسی وسطی (Middle Persian) اور پھر فارسی جدید (Modern Persian) کے نام سے جانی جاتی ہے۔

اسلام کی آمد کے بعد فارسی نے عربی اثرات قبول کیے، اور ایک اسلامی تہذیبی زبان کے طور پر مشرق سے مغرب تک پھیل گئی۔

جب دسویں صدی میں غزنویوں اور غوریوں نے بر صغیر پر حکومت کی، تو انہوں نے فارسی کو سرکاری اور درباری زبان کے طور پر رائج کیا۔ اسی زمانے میں فارسی نے ہندوستان کی مقامی بولیوں – خصوصاً ہندی، برج، کھڑی بولی، پنجابی، اور سندھی – کے ساتھ امتزاج پیدا کرنا شروع کیا۔ یہی امتزاج بعد میں اردو کی صورت میں سامنے آیا۔

---

اردو پر فارسی کے اثرات – ایک جامع جائزہ

فارسی زبان نے اردو پر جن جہتوں سے اثرات ڈالے، انہیں مندرجہ ذیل ابواب میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

---

## 1. لسانی اثرات (Linguistic Influence)

(الف) الفاظ و لغت پر اثر

اردو کی تقریباً 70 فیصد لغت فارسی الفاظ پر مشتمل ہے۔ روزمرہ کے الفاظ سے لے کر علمی اور ادبی اصطلاحات تک، فارسی کی چھاپ نمایاں ہے۔

مثالیں:

- **فارسی الفاظ:** محبت، خلوص، خیال، خوشبو، دنیا، زندگی، قسمت، تقدير، خواب، روشنی، وفا، ناز، عنایت، دوستی، دشمنی، امید، حقیقت، علم، ادب۔

• **فارسی تراکیب:**

○ کارِ جہاں (دنیا کا کام)

○ جانِ من (میری جان)

○ گلزارِ ہستی (زندگی کا باع)

○ رنگِ سخن (بات کرنے کا انداز)

یہ تمام تراکیب اور الفاظ اردو کی فطرت میں اس طرح جذب ہو گئے ہیں کہ آج  
وہ "اردو" ہی کے جزو بن چکے ہیں۔

---

(ب) صرف و نحو پر اثر

فارسی نے اردو کی ساخت (Grammar) پر بھی گھرے اثرات چھوڑے۔

• اردو میں اسمِ صفت (Adjectives)، مضاف و مضاف الیہ کے رشتے،

اور تراکیبِ اضافی کا استعمال فارسی طرز پر ہوتا ہے۔

○ مثال: "گلِ لالہ"، "آبِ حیات"، "دلِ نادان"، "شمعِ محفل"

• فارسی لاحقے اور سابقے اردو میں عام ہیں، جیسے:

○ لاحقے: دار (دارالعلوم، علمدار)، گاہ (کتب گاہ، داروغہ گاہ)، مند

(دانشمند، ارجمند)

○ سابقے: بے (بےوفاء، بےچین)، نا (نامید، ناخوش)

ان تراکیب نے اردو کو دلکشی، نرمی اور شعیریت عطا کی۔

---

(ج) تلفظ و صوتیات پر اثر

اردو کے تلفظ میں فارسی کے حروف صوتی مثلاً "خ، غ، ز، ڙ، چ، ش" عام ہو گئے۔

یہی حروف اردو کے حسن اور روانی میں اضافہ کرتے ہیں۔

---

## 2. ادبی اثرات (Literary Influence)

فارسی کا سب سے زیادہ اثر اردو کے ادب، خاص طور پر شاعری پر پڑا۔

فارسی کی صنعتِ خیال بندی، تغزل، تصوف، تشبيه و استعارہ، مبالغہ، اور حسنِ

بیان نے اردو کو جمالياتی رنگ بخشنا۔

---

(الف) شاعری پر اثر

اردو شاعری کی بنیاد ہی فارسی شاعری سے پڑی۔

ابتدائی اردو شعر امثالاً امیر خسرو، ولی دکنی، میر، سودا، غالب، اقبال سب

فارسی روایت سے متاثر تھے۔

• فارسی اصنافِ سخن جو اردو میں منتقل ہوئیں:

1. غزل

2. قصیدہ

3. مثنوی

4. رباعی

5. قطعات

مثالیں:

• ولی دکنی کی شاعری میں فارسی تغزل کا رنگ:

"جوابِ لب په ہر دم ہوں، مگر کہنا نہیں آتا"

- اس میں "لب" اور "جوابِ لب" فارسی ترکیب ہے۔

• میر تقی میر نے فارسی کی تاثر آفرینی اور سادگی کو اردو میں منتقل کیا:

"پتا پتا، بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے"

• غالباً نے فارسی فکر اور استعارے کو اردو میں اعلیٰ فنکارانہ سطح پر

پیش کیا:

"ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے"

- "خواہش" اور "دم نکلنا" دونوں فارسی اثرات کا نتیجہ ہیں۔

اردو نثر میں فارسی اسلوب، فصاحت، محاورات، خطابت، اور علامتی اظہار کی جھلک نمایاں ہے۔

ابتدائی نثر نگار جیسے مرزا رفیع سودا، سرسید احمد خان، شبی نعمانی اور مولانا الطاف حسین حالی نے فارسی کے طرزِ اظہار سے متاثر ہو کر اپنے اسلوب کو جلا بخشی۔

فارسی اثرات کی مثالیں نثر میں:

• "خدا کے فضل سے ہم کامیاب ہوئے"

○ لفظ "فضل" فارسی۔

• "یہ کتاب علم و حکمت کا خزانہ ہے"

○ "علم، حکمت، خزانہ" – تینوں فارسی۔

فارسی نے نثر میں وقار، گھرائی، اور ادبی شان پیدا کی۔

---

(ج) تصوف و مذہب میں اثر

فارسی صوفیانہ ادب نے اردو کے فکری ڈھانچے کو بدل دیا۔  
فارسی صوفی شعرا جیسے مولانا روم، حافظ شیرازی، سعدی شیرازی، سنائی،  
عطار وغیرہ نے عشق، وحدت، فنا، اور معرفت جیسے تصوفی تصورات کو بیان  
کیا۔

یہی نظریات بعد میں اردو شاعری میں رچ بس گئے۔

مثالیں:

- "عشق" – ایک مرکزی صوفیانہ اصطلاح ہے، فارسی سے اردو میں آئی۔
- "فنا فی اللہ" اور "وحدت الوجود" جیسے نظریات اردو شاعری میں عام ہو  
گئے۔

اقبال نے اسی فارسی صوفیانہ روایت کو اردو میں ایک نئے فلسفیانہ رنگ میں

پیش کیا:

"خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھئے، بتا تیری رضا کیا ہے"

یہ مفہوم فارسی فکر کی توسعی ہے۔

---

### 3. تہذیبی و سماجی اثرات (Cultural Influence)

فارسی نے اردو کے صرف الفاظ یا شعری انداز کو ہی نہیں، بلکہ اس کے تہذیبی رویے، آداب گفتگو، طرزِ تحریر، خطاطی، اور جمالیاتی احساس تک کو متاثر کیا۔

(الف) تہذیبی آداب

اردو میں "جناب، حضور، مہربانی، کرم، نیازمند، خادم، دعاگو" جیسے آداب

والے الفاظ فارسی سے آئے۔

انہوں نے اردو کو شائستگی اور ادب گفتگو کا رنگ دیا۔

(ب) فارسی رسم الخط

اردو کا رسم الخط نستعلیق ہے، جو مکمل طور پر فارسی سے ماخوذ ہے۔

یہ خط خوبصورتی، توازن، اور نفاست کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

(ج) فارسی کہاوٹیں اور محاورات

اردو میں بہت سے فارسی محاورات جوں کے توں رائج ہیں، مثلاً:

● آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔

● دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔

● خون جگر پینا۔

● خار و خس۔

یہ سب فارسی ادبی روایت کے تسلسل کا مظہر ہیں۔

---

#### 4. علمی و فکری اثرات (*Intellectual Influence*)

فارسی زبان علم و ادب، فلسفہ، طب، تاریخ، اور مذہب کی زبان رہی۔

بر صغیر میں فارسی کے ذریعے اسلامی علوم – تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف –  
کا فروغ ہوا، اور یہی علم اردو میں منتقل ہوا۔

فارسی کتابوں کے اردو تراجم:

● گلستان و بوستان (سعدی)

● مثنوی مولانا روم

● دیوانِ حافظ

ان ترجمے اردو نثر و شاعری دونوں پر گہرا اثر چھوڑا۔

---

## 5. سیاسی و سرکاری اثرات

مغلوں کے دور میں فارسی دربار اور عدالت کی زبان تھی۔

اس زمانے میں اردو کے سرکاری الفاظ بھی فارسی سے ماخوذ ہوئے، جیسے:

- عدالت، حکومت، دستور، فرمان، رعایا، صوبہ، قاضی، وکیل، حکم،

- قانون، دفتر، عدالت، محکمہ عدالیہ وغیرہ۔

یہ تمام الفاظ آج بھی اردو کی انتظامی اور عدالتی زبان کا حصہ ہیں۔

---

## 6. دکنی اردو پر فارسی اثر

دکن میں اردو کو پروان چڑھانے والے شرعاً – جیسے ولی دکنی، محمد قلی قطب شاہ، نصرتی، غواصی، اور ملا وجہی – سب فارسی دُور کے تربیت یافته

تھے۔

ان کے کلام میں فارسی استعاروں، کنایوں، اور تشبیہوں کا بہرپور استعمال پایا جاتا ہے۔

---

#### 7. جدید اردو پر فارسی کے اثرات

انیسویں اور بیسویں صدی میں اگرچہ انگریزی زبان کے اثرات بڑھ گئے، لیکن فارسی کا فکری اور جمالیاتی اثر آج بھی برقرار ہے۔  
اقبال، فیض، ناصر کاظمی، احمد ندیم قاسمی، جون ایلیا، اور پروین شاکر – سب کے ہاں فارسی اسلوب نمایاں ہے۔

اقبال کی مثال:

"کبھی اے حقیقتِ منظر، نظر لباسِ مجاز میں"  
– یہ مصرعہ فارسی کے فکری مزاج، خصوصاً مولانا روم کی فکر کی عکاسی کرتا ہے۔

---

## 8. فارسی کا موجودہ اثر اور اردو کا تشخض

اگرچہ موجودہ دور میں اردو میں انگریزی اثرات بڑھ گئے ہیں، مگر فارسی کی گھرائی اور لطافت اب بھی اردو کے اندر زندہ ہے۔ اردو کے شاعرانہ، مذہبی، فلسفیانہ، اور تہذیبی اظہار میں آج بھی فارسی کی روح شامل ہے۔

---

### نتیجہ

فارسی زبان نے اردو کے ہر پہلو پر گھرے اور ہم جہت اثرات مرتب کیے۔ یہ اثرات صرف الفاظ یا تراکیب تک محدود نہیں، بلکہ فکر، جمالیات، ادب، ثقافت، اور شناخت تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر فارسی کو اردو کی "مان" کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، کیونکہ اردو کی فکری بنیاد، ادبی شعور، اور تہذیبی نزاکت اسی زبان کے فیضان کا نتیجہ ہے۔

### خلاصہ یہ ہے:

اردو فارسی کے بغیر ادھوری ہے، اور فارسی کے بغیر اردو کا حسن، تہذیب،

اور روح مکمل نہیں ہوتی۔

فارسی نے اردو کو نہ صرف زبان دی بلکہ ایک تہذیبی شعور، فکری گھرائی، اور ادبی نزاکت بھی عطا کی۔ یہی وجہ ہے کہ اردو آج بھی فارسی کی خوشبو سے مہکتی ہے۔

سوال نمبر 3: اردو کے قدیم ناموں ہندوی اور ریختہ کا اختصار مگر جامعیت سے احوال بیان کریں۔

---

تمہید

اردو زبان کا ارتقاء ایک تاریخی، تہذیبی اور لسانی سفر ہے جس میں مختلف زبانوں کے میل جوں نے ایک نئی زبان کو جنم دیا۔ اس زبان کو ابتدا میں "ہندوی" اور بعد میں "ریختہ" کہا گیا، اور آخر کار یہ زبان "اردو" کہلائی۔ ان ناموں کی تاریخ اردو کے وجود، ارتقاء اور شناخت سے گھرا تعلق رکھتی ہے۔ ہر نام اپنے وقت کی تہذیبی، معاشرتی، اور جغرافیائی خصوصیات کی نمائندگی

کرتا ہے۔ اس لیے اردو کے ان قدیم ناموں کا مطالعہ دراصل اردو زبان کی تاریخ کا مطالعہ ہے۔

---

#### 1. لفظ "ہندوی" کا مفہوم اور پس منظر

(الف) لغوی معنی

لفظ "ہندوی" دراصل "ہند" سے مأخوذ ہے جس کے معنی ہیں "ہندوستان سے متعلق"۔

اس اعتبار سے "ہندوی زبان" کا مطلب ہوا: "ہندوستان میں بولی جانے والی زبان"۔

(ب) تاریخی پس منظر

جب دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی میں ترک اور افغان فاتحین برصغیر میں آئے تو وہ اپنے ساتھ فارسی، ترکی اور عربی زبانیں بھی لائے۔ ان زبانوں کا میل برصغیر کی مقامی بولیوں سے ہوا، خاص طور پر کھڑی بولی، برج بھاشا، ہریانی، اور پنجابی سے۔ اس میل جوں سے ایک نئی زبان وجود میں آئی جو نہ

خالص فارسی تھی نہ خالص ہندی، بلکہ دونوں کا امتزاج تھی۔

اسی نئی زبان کو ابتدائی دور میں "ہندوی" کہا جائے لگا۔

(ج) ہندوی زبان کے استعمال کا زمانہ

"ہندوی" کا استعمال تقریباً گیارہویں سے سولہویں صدی تک عام رہا۔

اس دور میں ہندوی زبان شمالی ہند، خاص طور پر دہلی، پنجاب، دکن، اور

گجرات میں بولی اور لکھی جاتی تھی۔

(د) ہندوی زبان کی خصوصیات

7. لسانی امتزاج:

ہندوی زبان میں فارسی اور ہندی الفاظ کا ملاپ تھا۔ اس میں عربی الفاظ

بھی آئستہ آئستہ شامل ہونے لگے۔

2. سهل الفاظ:

ہندوی میں عام عوام کے بول چال کے الفاظ شامل تھے، اس لیے یہ آسان

فہم زبان تھی۔

### 3. دینی و صوفیانہ رنگ:

چونکہ اس دور میں صوفیاء کرام کے ہاں تبلیغ اور عوام سے رابطے کے لیے ہندوی زبان استعمال ہوتی تھی، لہذا یہ زبان روحانی اور اخلاقی مضامین کے لیے موزوں بن گئی۔

### 4. نثر و نظم دونوں میں استعمال:

ابتدائی نثر میں کم مگر نظم میں زیادہ استعمال ہوا۔ خاص طور پر صوفی شعر انے اسے اظہارِ فکر کا ذریعہ بنایا۔

---

(ہ) ہندوی زبان کے نمایاں شعرا

### 1. حضرت امیر خسرو (1253ء-1325ء):

ہندوی کے سب سے نمایاں شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے فارسی اور ہندی دونوں زبانوں میں شاعری کی۔

ان کی ہندوی غزلیں، دوسرے، اور گیت عوام میں بے حد مقبول ہوئے۔

مثال:

"کھسرو نینا پہ سچل دیا، باجھی پریت کی ریل"

"جب نینا میں پائیو پریتم، تب نینا ہوئے نیر۔"

اس شعر میں سادگی، مقامی رنگ، اور صوفیانہ عشق کی جھلک نمایاں

ہے۔

2. شاہ میران جی شمس العشاق، شیخ بہاؤ الدین باجن اور دیگر صوفی شعرا

نے بھی ہندوی میں اپنا پیغامِ عشق و معرفت دیا۔

---

(و) ہندوی کے اہم مراکز

- دہلی: صوفیا اور علما کا مرکز، جہاں ہندوی نے فارسی اثرات قبول کیے۔
  - دکن: جہاں قطب شاہی اور عادل شاہی دور میں ہندوی زبان نے ایک نیا رنگ اختیار کیا۔
  - پنجاب اور گجرات: عوامی بولیوں کے اختلاط نے ہندوی کو مزید وسعت دی۔
- 

## 2. لفظ "ریختہ" کا مفہوم اور پس منظر

(الف) لغوی معنی

"ریختہ" فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہیں "بکھرا ہوا، ملایا ہوا، آمیزش شدہ"۔ چونکہ اس زبان میں فارسی، عربی، ترکی اور ہندی کے الفاظ شامل تھے، اس لیے اسے "ریختہ" یعنی "مخلوط زبان" کہا گیا۔

(ب) ریختہ کے نام سے شناخت کا زمانہ

جب اردو زبان نے شاعری کی باقاعدہ صورت اختیار کی، خصوصاً دہلی کے

شعراء کے دور میں، تو اسے "ریختہ" کہا جانے لگا۔

یہ دور تقریباً سترہویں صدی سے اٹھارہویں صدی کا ہے۔

(ج) ریختہ کے استعمال کی وجوہات

1. زبان میں مختلف زبانوں (فارسی، ہندی، عربی) کا اختلاط تھا۔

2. شعراء نے فارسی بحور اور اصناف میں مقامی الفاظ کے ساتھ شاعری

شروع کی۔

3. یہ زبان ادبی اظہار کا ذریعہ بن گئی، اس لیے اسے "ریختہ" کہا گیا تاکہ یہ

واضح ہو کہ یہ خالص فارسی نہیں بلکہ ایک آمیزہ ہے۔

---

(د) ریختہ کا لسانی و ادبی ارتقاء

### 7. فارسی الفاظ کی کثرت:

ریختہ میں فارسی الفاظ، تراکیب، محاورات اور صنعتیں بہت زیادہ

استعمال ہوئیں۔

مثلاً: "دلبر" ، "محبت" ، "وفا" ، "عشق" ، "غم" ، "خواب" وغیرہ۔

### 2. ہندی الفاظ کی شمولیت:

مقامی رنگ برقرار رکھنے کے لیے ہندی کے الفاظ بھی شامل تھے،

جیسے: "پریم" ، "ساجن" ، "چن" ، "بیر" ، "من" وغیرہ۔

### 3. ادبی اصناف:

ریختہ میں شاعری کی وہی اصناف رائج ہوئیں جو فارسی میں تھیں، مثلاً:

○ قصیدہ

○ مثنوی

○ مرثیہ

○ رباعی

---

(ہ) ریختہ کے ابتدائی شعرا

1. ولی محمد ولی (ولی دکنی):

ریختہ کے اولین بڑے شاعر۔ انہوں نے اردو غزل میں فارسی شاعری

کے تمام لوازمات شامل کیے۔

ان کی شاعری میں زبان کی مٹھاں اور فارسی کی نزاکت دونوں موجود

-ہیں۔

**مثال:**

"چمن میں تلخی گفتار دیکھو گل فروشوں کی

کہ ہے شکوه خریداروں سے رنگِ گل کے داموں کا"

2. میر تقی میر:

ریختہ کو فکری اور فنی اعتبار سے نیا عروج بخشا۔

میر نے ریختہ کو جذباتِ انسانی کے اظہار کی زبان بنا دیا۔

**مثال:**

"پتا پتا، بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے"

3. سودا، داغ دہلوی، مصحفی، اور دیگر شعرا نے ریختہ کے دامن کو وسعت دی۔

---

(و) ریختہ اور فارسی شاعری کا تعلق

ریختہ دراصل فارسی شاعری کے سانچے میں ڈھلی ہوئی زبان تھی۔  
فارسی کی بحور، عروض، صنعتیں، اور استعاراتی اسلوب ریختہ میں جوں کے  
توں منتقل ہوئے۔

فرق صرف اتنا تھا کہ ریختہ میں مقامی بولیوں کے الفاظ اور لمجہ شامل ہو گیا۔

---

(ز) ریختہ سے اردو تک کا سفر

"ریختہ" وہ مرحلہ تھا جہاں اردو نے اپنی ادبی پہچان حاصل کی۔  
بعد ازاں جب مغل دور میں یہ زبان دہلوی کے لشکری ماحول میں پروان چڑھی،

تو اسے "زبانِ اردوئے معلیٰ" (یعنی شاہی لشکر کی زبان) کہا جائے لگا۔

اسی سے لفظ "اردو" وجود میں آیا۔

اس طرح زبان کے ارتقاء کا سفر یوں ترتیب پاتا ہے:

ہندوی → ریختہ → اردو

---

(ح) بندوی اور ریختہ کا مقابلی جائزہ

پہلو	ہندوی	ریختہ	
زما	11 ویں تا 17 ویں	17 ویں تا 18 ویں	
نہ	صدی	صدی	
ماخ	مقامی بولیاں	فارسی + ہندی +	
ذ	+ فارسی	عربی	
اثرات			

اس عوامی، شعری، ادبی،

تعما صوفیانه، درباری

ل تبلیغی

مر دہلی، لکھنؤ دہلی،

کز پنجاب، دکن

نما امیر خسرو ولی دکنی، میر،

یا سودا

شاع

ر

فنى سادگى،

خ مقامی رنگ گری، فارسی

صو آبنگ

صیا

ت

نتیج

اردو کی

اردو کی تکمیل

کی

بنیاد رکھی

۵

---

(ط) ہندوی اور ریختہ کا اردو زبان میں کردار

1. ہندوی: اردو کا ابتدائی اور عوامی چہرہ – اس نے زبان کی بنیاد رکھی۔

2. ریختہ: اردو کا ادبی اور فنی چہرہ – اس نے زبان کو پہچان دی۔

ان دونوں ادوار کے بغیر اردو زبان کی تاریخ نامکمل ہے۔

---

نتیج

اردو زبان کی تاریخ دراصل ہندوی اور ریختہ کے ارتقائی مراحل کی تاریخ ہے۔

ہندوی نے اردو کی بنیاد رکھی، اس میں سہل الفاظ، عوامی لہجہ، اور روحانی

فکر شامل کی،

جبکہ ریختہ نے اردو کو ادبی جلال، فصاحت، صنعت گری، اور فارسی حسن

بخشا۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ:

ہندوی نے اردو کو جنم دیا، اور ریختہ نے اسے حسن و ادا عطا کی۔

اردو زبان آج جس بلند مقام پر فائز ہے، اس کی بنیاد ہندوی کی سادگی اور ریختہ

کی نفاست پر استوار ہے۔

یہ دونوں نام اردو کی تاریخ کے ایسے دو روشن چراغ ہیں جن کے بغیر اردو

کی شناخت ممکن نہیں۔

**سوال 4.** اردو کے آغاز کے ان نظریات کو اختصار سے بیان کریں، جن میں اردو کی پیدائش کسی علاقے سے منسوب کی جاتی ہے۔

اردو زبان کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں مختلف ماہرینِ لسانیات، مؤرخین اور محققین نے گوناگوں نظریات پیش کیے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم گروہ وہ ہے جو اردو کی پیدائش کو کسی خاص علاقے یا خطے سے منسوب کرتا ہے۔ ان نظریات کے مطابق اردو ایک مخصوص جغرافیائی ماحول میں مختلف زبانوں کے میل جوں سے پیدا ہوئی۔ ان نظریات کا تفصیلی جائزہ درج ذیل ہے:

---

#### ۱. دہلی نظریہ

اردو کے آغاز سے متعلق سب سے زیادہ مقبول نظریہ دہلی نظریہ ہے۔ اس نظریے کے مطابق اردو زبان کی ابتداء دہلی اور اس کے نواحی علاقوں میں ہوئی۔ دہلی سلطنت کے قیام (سلطان قطب الدین ایوب، ۱۲۰۶ء) کے بعد یہاں

مختلف زبانوں کے بولنے والے لوگ جمع ہوئے۔ اس خطے میں ہندی، برج بھاشا، پنجابی، کھڑی بولی، عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے بولنے والے افراد کا میل جوں بڑھا۔

سلطنتِ دہلی کے دربار، لشکر، اور بازار میں ایک ایسی زبان کی ضرورت محسوس ہوئی جو سب کے لیے رابطے کی زبان (*lingua franca*) کا کام دے سکے۔ چنانچہ مقامی بولی کھڑی بولی میں فارسی، عربی، ترکی اور چغتائی الفاظ شامل ہو کر ایک نئی زبان کی بنیاد پڑی جو بعد میں اردو کہلانی۔

دلائل:

● دہلی سلطنت کا دارالحکومت ہونے کے باعث مختلف زبانوں کے لوگ یہاں

جمع ہوئے۔

● امیر خسرو (1253-1285) کے کلام میں اس نئی زبان کے آثار موجود ہیں۔

- کھڑی بولی کی ساخت اردو کے بنیادی نحوی ڈھانچے کی بنیاد بنی۔
- دہلی کے بعد یہ زبان جنوبی ہند تک پھیلی، مگر اس کی جڑیں دہلی میں مصبوط ہوئیں۔

### نتیجہ:

دہلی نظریہ کے مطابق اردو کی بنیاد دہلی کی کھڑی بولی پر رکھی گئی اور بعد میں اسے فارسی و عربی کے اثرات نے نکھارا۔

---

### ۲. دکن نظریہ

بعض محققین اردو کے آغاز کو دکن (جنوبی ہند) سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کے مطابق جب دہلی سلطنت کے بعد خاندانِ تغلق کے بادشاہ محمد بن تغلق (1325-1351) نے دارالحکومت دہلی سے دولت آباد (دکن) منتقل کیا، تو دہلی کے بزاروں اہلکار، سپاہی، اور علمائے کرام دکن میں آباد ہوئے۔

ان کے ساتھ ہندوی/ریختہ زبان بھی وہاں پہنچی، جہاں اس نے مقامی زبانوں  
جیسے تیلگو، کنڑ، تمل وغیرہ سے اثرات قبول کیے۔

چونکہ دکن میں اردو کی باقاعدہ شاعری اور نثر سب سے پہلے وجود میں آئی،  
اس لیے بعض ماہرین کا خیال ہے کہ اردو کا حقیقی ارتقاء وہیں سے ہوا۔

دلائل:

• دکن میں محمد قلب شاہ (1550-1611) نے پہلی بار اردو میں

شاعری کی۔

• ولی دکنی کو "اردو کا باوا آدم" کہا جاتا ہے، جو دکن کے شاعر تھے۔

• گولکنڈہ، بیجاپور اور حیدرآباد اردو کے اولین ادبی مراکز تھے۔

- دکن میں اردو کے قدیم شعرا کی زبان دہلی کی کھڑی بولی سے مختلف  
مگر اردو کی ابتدائی شکل تھی۔

### نتیجہ:

دکن نظریہ کے مطابق اردو کی پیدائش دکن میں ہوئی، جہاں اس نے اپنی ادبی حیثیت اور شعری روایت سب سے پہلے قائم کی۔ دہلی میں اردو بعد میں پہنچی۔

---

### ۲. پنجاب نظریہ

کچھ ماہرین کا ماننا ہے کہ اردو زبان کی ابتدا پنجاب میں ہوئی۔ اس نظریے کے مطابق جب محمد بن قاسم (711ء) سندھ اور ملتان آیا، تو عربی زبان کے الفاظ یہاں کے باشندوں کی زبانوں میں شامل ہونے لگے۔ بعد میں غزنوی اور غوری دور میں فارسی زبان بھی یہاں راجح ہوئی۔ پنجاب چونکہ مسلمانوں کی ابتدائی حکومتوں کا مرکز تھا، اس لیے یہاں کی

زبان میں عربی، فارسی، ترکی اور مقامی بولیوں کا امتزاج پیدا ہوا جو بعد میں

اردو کے روپ میں ظاہر ہوا۔

دلائل:

● غزنوی اور غوری سلطنتوں کے دور میں پنجاب اور ملتان مسلمانوں کے

بڑے مراکز تھے۔

● فارسی سرکاری زبان تھی، جب کہ مقامی لوگ پنجابی اور سرائیکی بولتے

تھے۔

● ان زبانوں کے میل سے ایک مشترکہ رابطے کی زبان وجود میں آئی۔

● بابا فرید الدین گنج شکر (1173-1266) کے کلام میں اردو کے ابتدائی

عناصر ملتے ہیں۔

## نتیجہ:

پنجاب نظریہ اردو کے مأخذ کو شمال مغربی برصغیر میں تلاش کرتا ہے، یعنی اردو ایک تدریجی لسانی ارتقاء کے نتیجے میں یہاں سے ابھری۔

---

## ۴. گجرات نظریہ

کچھ محققین کے نزدیک اردو کی ابتدا گجرات میں ہوئی۔ یہ نظریہ اس بات پر مبنی ہے کہ گجرات میں عرب تاجریوں کی آمد و رفت اور تجارت کی وجہ سے عربی اور فارسی کا رواج بہت پہلے سے موجود تھا۔ یہاں مقامی بولی گجراتی اور فارسی و عربی کے امتزاج سے ایک نئی زبان نے جنم لیا جو آگے چل کر اردو میں ڈھل گئی۔

## دلائل:

- عرب تاجر آٹھویں صدی سے گجرات کے ساحلی علاقوں میں تجارت کر رہے تھے۔

● وہاں اسلامی اثرات کے تحت مذہبی اور ادبی سرگرمیاں شروع ہوئیں۔

● فارسی سرکاری زبان ہونے کی وجہ سے گجراتی بولنے والوں نے فارسی الفاظ اختیار کیے۔

● بعد میں یہی میل اردو کے ارتقاء کی ایک شکل بنی۔

### نتیجہ:

اگرچہ یہ نظریہ زیادہ مضبوط نہیں سمجھا جاتا، لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو کے ابتدائی نقوش گجرات کے لسانی ماحول میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

---

### ۵. سندھ نظریہ

کچھ ماہرین اردو کی ابتدا کو سندھ سے جوڑتے ہیں۔ ان کے مطابق جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو عربی زبان یہاں کے

ماحول میں داخل ہوئی۔

سنده کے باشندے سندهی اور پراکرت بولتے تھے۔ عربی اور سندهی کے امتزاج سے ایک ایسی زبان وجود میں آئی جس نے بعد کے ادوار میں اردو کی شکل اختیار کی۔

دلائل:

● محمد بن قاسم کے زمانے میں عربی کے اثرات سنده کی تہذیب پر گھرے ہوئے۔

● ابتدائی عرب علماء اور تاجرین نے مقامی لوگوں سے رابطہ پیدا کرنے کے لیے ان کی زبان میں عربی الفاظ شامل کیے۔

● سنده میں سب سے پہلے اسلامی تعلیم و تبلیغ ہوئی، جس نے لسانی میں جوں کو تیز کیا۔

## نتیجہ:

سنده نظریہ اردو کو جنوبی ایشیا کے سب سے پہلے اسلامی صوبے سے منسلک کرتا ہے، جہاں سے عربی و اسلامی اثرات نے زبان کے ارتقاء کا آغاز کیا۔

---

## ۶. مخلوط یا اشتراکی نظریہ

جدید ماہرینِ لسانیات کا رجحان یہ ہے کہ اردو کسی ایک مخصوص خطے یا علاقے میں نہیں بلکہ برصغیر کے مختلف علاقوں میں مختلف لسانی اثرات کے نتیجے میں بدرجیج ارتقاء پذیر ہوئی۔

ان کے مطابق اردو کی جڑیں کھڑی بولی میں ہیں، مگر اس نے دکن، پنجاب، گجرات اور سنده کے لسانی اثرات بھی قبول کیے۔ اسی لیے اردو کی ساخت اور ذخیرہ الفاظ میں تنوع پایا جاتا ہے۔

## دلائل:

• اردو کے ابتدائی شعرا شمالی اور جنوبی دونوں علاقوں سے تعلق رکھتے

تھے۔

• مختلف علاقوں میں بولی جانے والی "ہندوی" زبانیں آہستہ آہستہ متعدد ہو

کر اردو کی شکل میں سامنے آئیں۔

• اردو نے عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت، پنجابی، دکنی اور دیگر زبانوں

کے الفاظ اپنے اندر سمو لیے۔

## نتیجہ:

اردو کا آغاز کسی ایک علاقے سے نہیں بلکہ پورے برصغیر میں اسلامی

تہذیب و تمدن کے فروغ کے ساتھ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کو "ہند اسلامی

تہذیب کی زبان" کہا جاتا ہے۔

---

ان تمام نظریات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اردو ایک تدریجی اور اشتراکی ارتقاء کا نتیجہ ہے۔

اگرچہ دہلی اس کی بنیاد کہی جا سکتی ہے اور دکن اس کا ادبی مرکز، لیکن اس زبان کے وجود میں آئے میں پنجاب، گجرات، سندھ اور دکن سب کا حصہ ہے۔ اردو دراصل کثیرالثقافتی میل جوں اور زبانوں کے اختلاط کی مظہر ہے، جس نے برصغیر کے مختلف علاقوں میں رہنے والے انسانوں کو ایک لسانی رشتہ فراہم کیا۔

---

### نتیجہ

اردو کی پیدائش کسی ایک علاقے سے منسوب کرنا درست نہیں، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ اردو پورے برصغیر کے مختلف خطوں میں ایک ساتھ ارتقاء پذیر ہوئی۔

تاہم اگر بنیاد کی بات کی جائے تو اردو کی لسانی بنیاد دہلی کی کھڑی بولی میں

ہے، اور اس کی ادبی بنیاد دکن میں مستحکم ہوئی۔

یوں اردو ایک ایسی زبان ہے جو برصغیر کی تہذیبی و مذہبی وحدت، لسانی میل جوں، اور ثقافتی ہم آہنگی کی زندہ علامت ہے۔

سوال 5۔ ابتدائی اردو کی ترویج میں شیخ عبد القدوس گنگوہی کی خدمات کا احاطہ کریں۔

شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ان ممتاز صوفیاء میں سے ہیں جنہوں نے نہ صرف روحانیت، اخلاق، اور اصلاح معاشرہ کے میدان میں گران قدر خدمات انجام دیں بلکہ اردو زبان کی ابتدائی ترویج و اشاعت میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کا دور وہ زمانہ تھا جب اردو ابھی اپنی تشکیل کے ابتدائی مراحل میں تھی اور فارسی، عربی، ہندی اور مقامی بولیوں کے اختلاط سے ایک نئی زبان کی شکل اختیار کر رہی تھی۔ ایسے وقت میں شیخ عبد

القدوس گنگوہی نے عوامی رابطے اور دینی و اصلاحی تعلیمات کی تبلیغ کے لیے اردو (یا ہندوی) زبان کو ذریعہ اظہار بنایا، جس سے اردو کو فروغ حاصل ہوا۔

---

#### ۱. شیخ عبد القدس گنگوہی کا تعارف

شیخ عبد القدس گنگوہی کا پورا نام شیخ عبد القدس بن اسماعیل تھا۔ آپ کی ولادت گنگوہ (ضلع سہارنپور، اتر پردیش) میں ۸۵۷ ہجری بمطابق ۱۴۵۳ء کے قریب ہوئی۔ آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے مشہور بزرگ اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے روحانی سلسلے کے اہم وارث تھے۔ آپ نے دینی علوم، تصوف، اور روحانیت میں بڑی گہرائی حاصل کی اور عوام الناس میں اصلاحی پیغام عام کیا۔

شیخ عبد القدس گنگوہی کی مشہور تصنیف "مکتوباتِ عبد القدس" ہے، جو ان کے روحانی مکاتیب پر مشتمل ہے۔ ان مکاتیب میں مذہبی، اخلاقی اور روحانی

مضامین کے ساتھ ساتھ زبان کی سادگی، تاثیر اور عوامی لہجے کی جھلک ملتی ہے، جو اردو کے ارتقائی سفر کا ایک اہم مرحلہ ثابت ہوئی۔

---

#### ۲. لسانی ماحول اور گنگوبی کا دور

شیخ عبد القدس گنگوبی کا زمانہ پندرہویں اور سولہویں صدی کا وہ دور ہے جب برصغیر میں دہلی سلطنت کے زوال اور دکن میں اسلامی ریاستوں کے قیام کے نتیجے میں فارسی کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں کا امتزاج بڑھنے لگا تھا۔ دہلی، پنجاب، گجرات، اور دکن میں ایک عام فہم زبان ابھر رہی تھی، جسے بعد میں "ہندوی" یا "ریختہ" کہا گیا۔

علماء اور صوفیاء نے محسوس کیا کہ عوام تک دین کا پیغام مقامی زبان میں پہنچانا زیادہ مؤثر ہے۔ چنانچہ انہوں نے عربی یا فارسی کے بجائے عوامی زبانوں میں بات کرنا شروع کیا۔

شیخ عبد القدوس گنگوبی انہی صوفیاء میں شامل تھے جنہوں نے اپنی تبلیغ اور روحانی تربیت کے لیے عوامی زبان کو ترجیح دی۔

یوں ان کی کاؤشوں نے اردو کے فروع کی راہ ہموار کی۔

---

### ۳. تصوف اور عوامی زبان کا استعمال

صوفیاء کرام کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے عوام کی زبان میں دینی اور روحانی تعلیمات پیش کیں۔

شیخ عبد القدوس گنگوبی نے بھی اپنی روحانی تعلیمات، مکاتیب، اور ارشادات میں وہی زبان استعمال کی جو عوام سمجھ سکتے تھے۔

یہ زبان نہ خالص فارسی تھی اور نہ ہی خالص ہندی، بلکہ ان دونوں کے امتزاج سے بنی ہوئی وہ زبان تھی جو آگے چل کر اردو کہلانی۔

ان کے مکتوبات میں جو زبان استعمال ہوئی ہے، اس میں فارسی و عربی کے الفاظ کے ساتھ ساتھ ہندوی کے جملے بھی شامل ہیں۔

یہ امتزاج دراصل اردو کی ابتدائی شکل کا مظہر ہے۔

مثلاً:

ان کے بعض خطوط میں فارسی الفاظ کے درمیان ہندوی یا مقامی محاورے استعمال ہوئے ہیں، جیسے:

"تمہیں چاہیے کہ دل کو صاف رکھو، کسی کے حق میں بدگمانی مت کرو، کیونکہ دل کا زنگ انسان کو خدا سے دور کر دیتا ہے۔"

یہ طرزِ بیان فارسی کے اسلوب سے ہٹ کر سادہ، عوامی اور روان ہے – یہی اردو کی روح ہے۔

---

۴. مکتوباتِ گنگوہی اور اردو کی ابتدائی نثر

اردو نثر کے ارتقاء میں "مکتوباتِ گنگوہی" کو ایک اہم سنگ میل سمجھا جاتا ہے۔

ان خطوط میں تصوف، اخلاق، عبادت، اور تزکیہ نفس جیسے موضوعات زیرِ بحث آئے ہیں، مگر زبان کے لحاظ سے ان میں ایک نرم، سادہ، اور عوامی لہجہ نمایاں ہے۔

یہی خصوصیات بعد میں اردو نثر کے بنیادی اوصاف بن گئیں۔

شیخ عبد القدوس گنگوہی کے مکتوبات میں جو لسانی سادگی اور روحانی گھرائی پائی جاتی ہے، وہ اردو کے مزاج سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

اردو کے فروغ میں ان کی نثر کا کردار درج ذیل پہلوؤں سے اہم ہے:

1. انہوں نے فارسی کی ادبی پیچیدگی سے بٹ کر ایک عام فہم اسلوب اپنایا۔

2. ان کے خطوط میں دینی و اخلاقی تعلیمات کو سادہ زبان میں بیان کیا گیا۔

3. ان کی تحریروں نے عام لوگوں کو فارسی سے اردو کی طرف مائل کیا۔

4. ان کی زبان میں عربی، فارسی، اور ہندوی کا قدرتی امتزاج پایا جاتا ہے۔

یوں شیخ عبد القدوس گنگوہی کی تحریری زبان اردو نثر کے ابتدائی نقوش کا

درجہ رکھتی ہے۔

---

#### ۵. روحانی تبلیغ میں اردو کا استعمال

شیخ عبد القدس گنگوہی نے اردو کو عوامی سطح پر تبلیغ و ارشاد کا ذریعہ بنایا۔

وہ اپنے مریدوں، شاگردوں اور عوام سے گفتگو میں وہی زبان استعمال کرتے تھے جو ان کی سمجھ میں آسکے۔

اس طرح ان کی خانقاہ عوامی رابطے کا مرکز بن گئی، جہاں دینی تربیت کے ساتھ ساتھ ایک نئی زبان کی ترویج بھی ہو رہی تھی۔

ان کی گفتگوؤں اور خطبات میں مقامی محاوروؤں اور روزمرہ کے الفاظ کا استعمال زبان کو قومی رنگ دے گیا۔

یہی انداز بعد میں دوسرے صوفیاء جیسے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، حضرت شاہ میراں، حضرت ولی دکنی، اور حضرت شاہ ولی اللہ میں بھی نظر آتا ہے۔

---

---

#### ۶. گنگوہی کے اثرات بر دکنی و شمالی اردو

اگرچہ شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کا تعلق شمالی ہند سے تھا، مگر ان کے اثرات دکن تک پہنچے۔

دکن کے صوفیاء نے بھی تبلیغی مقاصد کے لیے عوامی زبان اپنائی۔ یہی زبان آگئے چل کر دکنی اردو کہلانی۔ یوں گنگوہیؒ کے اس طرزِ عمل نے اردو کو جنوبی ہند میں فروغ پانے کا راستہ فراہم کیا۔

ان کے بعد آنے والے صوفیاء نے بھی گنگوہی طرز کو جاری رکھا، مثلاً:

• حضرت شاہ میران جی شمس العشاق (دکن)

• حضرت بندہ نواز گیسو دراز (گلبرگہ)

• حضرت شاہ برہان الدین جانم (بیجاپور)

ان سب نے وہی زبان استعمال کی جسے شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ نے

فروغ دیا تھا۔

---

#### ٧. صوفیاء کے ذریعہ زبان کی عوامی قبولیت

شیخ عبد القدوس گنگوہی نے جس زبان کو اپنے مکاتیب اور تبلیغ میں استعمال کیا، وہ رفتہ رفتہ عوامی سطح پر دینی، اخلاقی اور ادبی اظہار کا ذریعہ بن گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کو شروع ہی سے ایک صوفیانہ، روحانی اور اخلاقی زبان کا درجہ حاصل ہوا۔

صوفیاء کی خانقاہوں میں ہونے والے وعظ، نصیحتیں اور تعلیمات عام لوگوں کے دلؤں میں اترتی گئیں، اور زبان کی قبولیت بڑھتی گئی۔

اردو کے اس صوفیانہ مزاج کی بنیاد دراصل گنگوہی جیسے بزرگوں نے ہی رکھی، جنہوں نے زبان کو روحانیت کے ساتھ جوڑ دیا۔

---

#### ٨. گنگوہی کی زبان میں تہذیبی توازن

شیخ عبد القدس گنگوبی کی زبان میں اسلامی تہذیب اور ہندوستانی معاشرت

دونوں کے رنگ نمایاں ہیں۔

انہوں نے مقامی ثقافت کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس میں دینی رنگ شامل کر کے ایک متوازن تہذیبی اظہار پیش کیا۔  
یہی امتزاج بعد میں اردو ادب کا بنیادی وصف بنا۔

ان کی زبان میں:

• عربی و فارسی کے دینی و اخلاقی تصورات

• ہندوی کے محاورے اور روزمرہ

• عوامی فہم کے لیے سادہ اسلوب

پائے جاتے ہیں۔

یہ تینوں عناصر اردو کے لسانی ڈھانچے کی بنیاد بنے۔

---

#### ۹۔ اردو کی دینی و اخلاقی روایت کا آغاز

شیخ عبد القدس گنگوہی کی تحریروں نے اردو کو محض ایک رابطے کی زبان نہیں رہنے دیا بلکہ اسے دینی و اخلاقی اقدار کا ترجمان بنا دیا۔ ان کی تحریروں میں انسان کی روحانی تربیت، تزکیہ، اور خدا سے تعلق جیسے مضامین نمایاں ہیں۔

بعد میں اردو کے مذہبی ادب — مثلاً قصص الانبیاء، مثنویات، مناجات، اور ملفوظات — میں یہی رنگ غالب نظر آتا ہے۔

یوں گنگوہی کی تحریری روایت نے اردو کے دینی ادب کی بنیاد رکھی، جو آگے چل کر شاہ ولی اللہ، مولانا روم، اور میر تقی میر جیسے شعرا و علماتک پہنچی۔

---

#### ۱۰۔ اردو کی عوامی زبان بننے میں گنگوبی کا حصہ

اردو کے آغاز میں سب سے اہم چیز یہ تھا کہ اسے عوامی سطح پر قبولیت حاصل ہو۔

شیخ عبد القدس گنگوہی نے یہ کام دینی اور روحانی تبلیغ کے ذریعے انعام دیا۔ ان کی زبان عوامی احساسات سے قریب اور اشرافیہ کی پیچیدہ زبان سے دور تھی۔

یوں انہوں نے اردو کو عوام کے دلؤں میں جگہ دی۔

---

#### نتیج

شیخ عبد القدس گنگوہی اردو زبان کے ابتدائی فروغ میں ایک مرکزی روحانی و لسانی شخصیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

انہوں نے:

- دینی و روحانی تعلیمات کو عوامی زبان میں پیش کیا۔

- مکتوبات میں اردو نثر کی ابتدائی بنیاد رکھی۔
- تصوف کو عوامی فہم کے قالب میں ڈھالا۔
- اور سب سے بڑھ کر اردو کو روحانیت، سادگی اور اخلاقی اظہار کی زبان بنایا۔

ان کے طرزِ بیان نے اردو کو وہ وسعت اور اثر دیا جو بعد میں ولی دکنی، میر، غالب، اور سرسید کے دور تک پہنچا۔

یوں شیخ عبد القados گنگوہی کا شمار اردو کی ترویج کے ابتدائی معماروں میں ہوتا ہے، جنہوں نے اردو کو نہ صرف ایک زبان بلکہ ایک روحانی و تہذیبی تجربہ بنا دیا۔